QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

سورہ بقرہ میں عبادات سے متعلق فقہی مباحث: عربی تفاسیر کا تجزیاتی مطالعہ

Jurisprudential Debates on Worship in Surah Baqarah: An Analytical Study of Arabic Tafāsīr

Muhammad Tasleem
M.Phil Scholar, Dept. of Islamic Thought & Civilization, University of Management and Technology, Sialkot. Email: almadinahschool19@gmail.com
Dr. Asjad Ali
Assistant Professor, Dept. of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot. Email: asjad.ali@skt.umt.edu.pk
Dr. Abdul Aleem
Assistant Professor, Dept. of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot. Email: Abdul.aleem@skt.umt.edu.pk

Allah Almighty has created this universe and all the creatures that live in it for a purpose, one of those creations is humans and jinn and Allah Almighty has also created them for a specific purpose and that purpose. Worshiping Allah Almighty is the duty of man to whom Allah Almighty sent the Prophets and Messengers to invite them and then sent down books and scriptures from the sky to them so that they would continue to draw attention to the worship of God and remind them of it. Stay. Last of all, Hazrat Muhammad ﷺ came to whom Allah revealed his last book, the Holy Qur'an, whose teachings are for all mankind until the Day of Judgment. The first and greatest Surah of the Holy Quran is Surah Al-Baqarah, in which worship has been mentioned in detail. Among these prayers, fasting, zakat and Hajj, which will be mentioned in detail in this article. And along with the Arabic commentators. Keeping in view the opinions, the truth of all the problems related to worship will be revealed.

Keywords: Surah Al-Baqarah, Qur'an, Jurisprudential, Worshiping, Mufassirin.

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تمہید:

اللہ تعالی نے اس کائنات اور اس میں بسنے والی تمام مخلوقات کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، انہی مخلوقات میں سے ایک مخلوق انسانوں اور جنوں کی بھی ہے اور اللہ تعالی نے ان کو بھی ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ مقصد اللہ تعالی کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ -[1] (ہم نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)" عبادت انسان کا وہ فریضہ ہے جس کی طرف دعوت دینے کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء ورسل ؑ بھیجے اور پھر ان پر آسمان سے کتابیں اور صحیفے نازل کیے تاکہ وہ لوگوں کو عبادت الٰہی کی طرف توجہ دلاتے رہیں اور اس کی یاددہانی کرواتے رہیں۔ چنانچہ قرآن وسنت کے مطالعہ سے یہی پتا چلتا ہے کہ تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالی کی وحدانیت وعبادت کا درس دیا تھا۔

عبادت کا معنی ومفہوم:

لفظ عبادت عبد سے بنا ہے اور عبد کا لغوی معنی غلامی، بندگی اور اطاعت ہے، جیسا کہ لسان العرب میں عبد کا معنی غلامی اور اطاعت بیان ہوا ہے۔

العبد، المملوک، خلافة الحر، تعبدالرجل۔[2] (عبد وہ ہے جو کسی کی ملکیت میں ہو اور یہ لفظ حر کی ضد ہے یعنی آدمی کو غلام بنا لیا اور اس کے ساتھ غلام والا معاملہ کیا۔) اسی طرح صاحب لسان العرب لکھتے ہیں کہ: "العبادة الطاعة مع الخضوع۔[3] (عبادت اس اطاعت کو کہتے ہیں جو پوری فرماں برداری سے کی جائے۔ لفظ "عبد" کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: "عربی میں عبودیة اور عبدیہ کے اصل معنی خضوع اور تذلل کے ہیں"۔[4]

مادہ عبد کا اساسی مفہوم کسی کی بالادستی اور برتری تسلیم کر کے اس کے مقابلے میں اپنی آزادی اور خود مختاری سے دست بردار ہونا ہے۔ سرتابی اور مزاحمت چھوڑ دینا اور اس کے لیے رام ہو جانا ہے۔ عبادت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے عبد السلام بن محمد لکھتے ہیں: "عبادت کا معنی بندگی ہے۔ غلام کو عربی میں عبد اور فارسی میں بندہ کہتے ہیں، عبادت وہ تعلق ہے جو غلام کا اپنے مالک یا عبد کا اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے"۔[5]

دراصل عبادت ایک اللہ کے سامنے سر خم تسلیم کرنے کا نام ہے اور اللہ تعالی کا واضح حکم ہے کہ صرف اسی کے سامنے سر خم تسلیم کرو، یعنی اسی کی عبادت کرو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔[6] (اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو)"

ہمیں عبادت صرف اللہ ہی کی کرنی چاہیے کیونکہ اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ان لوگوں کو بھی جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور پھر ہمارے لیے یہ زمین و آسماں ہرے بھرے لہلہاتے کھیت اور چھم چھم برستے بادل حتی کے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ . الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ

---

[1] Al-Qur'ān 51:56

[2] Al-Ifrīqī, Muhammad ibn Mukarram ibn Alī ibn Ahmad ibn Manzūr, Lisān al-ʿArab, (Beirut: Dar Sadir,2009), V:3, P:270

[3] Ibn Manzūr Al-Ifrīqī, Lisān al-ʿArab, V:3, P:270

[4] Maodoodi, Abu Al-Aala, Qur'an ki Char Bunyadi Istalahein, (Lahore: Islamic Puplications), p:76

[5] Abd-Al-Salam Bin Muhammad, Tafseer Al- Qur'ān Al-Kareem, (Lahore: Dar-Al-Undlas,2010),2:715

[6] Al-Qur'ān 17:37

بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ-[7](اے لوگو!اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیز گار بن جاو۔ جس ذات نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر تمہارے کھانے کے لیے اس سے پھل نکالے تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو اور اس حال میں کے تم جانتے بھی ہو۔)"عبادت صرف اللہ کی ہی کی جائے اور یہی اسلامی ریاست کے منشور کی پہلی شق ہے۔لہذا کسی بھی عبادت کو صحیح طریقے سے سرانجام دینے کے لیے اس عبادت کے احکام کا جاننا بہت ضروری ہے۔ ذیل میں احکام عبادت کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے جن کا ذکر سورہ بقرہ میں ہوا ہے۔

نماز:

نماز اسلام کا اہم رکن ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے، نماز وہ عمل ہے جو بندے کو اس کے معبود حقیقی اور اس کے آقا و مولا کے قریب تر لاتا ہے۔اسلام کے پانچ اہم بنیادی ارکان ہیں، جن میں کلمہ شہادت کے بعد دوسرا نمبر صلاۃ یعنی نماز کا ہے۔ ایمان و اسلام کے بعد جس عمل کا ذکر خصوصی اہتمام سے ہوتا ہے،وہ یہ نماز والا عمل ہے، قرآن پاک کا آغاز مصحف والی ترتیب میں سورۃ فاتحہ سے ہو رہا ہے جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ دن اور رات کی پانچوں نمازوں میں اس سورت کو بار بار پڑھا جاتا ہے، تاکہ نمازی بار بار اس سورۃ مبارکہ کے معانی و مفہوم پر غور کرے،اور اللہ تعالی کی حقیقی عظمت و کبریائی کو سمجھے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری اہم سورت سورۃ بقرۃ ہے۔ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالی نے تین گروہوں کا ذکر فرمایا ہے، اہل ایمان، اہل کفر، اور منافقین۔ یہ ذکر پہلی آیت سے شروع ہو کر آیت:20 تک پھیلا ہوا ہے۔ ایمان والوں کی پہلی دو نشانیاں یہ ہیں:"الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ-[8](یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔)"

یہاں سے یہ سلسلہ شروع ہوا تو سارے قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی فلاح پانے والوں، کامیابی والوں، جنت والوں اور اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر ہو گا،وہاں یہ بھی مذکور ہو گا کے یہ وہ بندے اور بندیاں ہیں جو اپنی نمازوں کے قائم کرنے والے ہیں۔ نماز یعنی صلاۃ کا اصل معنی دعا ہے اور شرعی طور پر اس سے مراد وہ خاص افعال ہیں جو قیام رکوع، سجود، قعود، دعا اور نیت کے ساتھ مخصوص اوقات میں تمام شرائط کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں جیسا کہ امام طبریؒ فرماتے ہی کہ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کی حدود، فرائض، رکوع، سجود اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔[9]

نماز با جماعت کی فرضیت:

شروع اسلام میں نماز با جماعت کا حکم نہیں تھا پھر جیسے ہی حالات کچھ ساز گار ہوئے تو نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم آگیا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:"وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ -[10](اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔)امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ نماز کی وجوبیت پر دلالت کرتا ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اور

---

[7] Al-Qur'ān 2:21-22

[8] Al-Qur'ān 2:3

[9] Al-Ṭabarī Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr ibn Yazīd, Jāmi' al-bayān 'an ta'wīl āy al-Qur'ān, (Beirut: Dar al-fikar,1988), V:1, P:104

[10] Al-Qur'ān 2:3

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ نماز باجماعت ادا کرنے پر دلالت کرتا ہے۔[11] اور اسی طرح کا قول ابو بکر جصاص ؒ بھی فرماتے ہیں کہ اور وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ سے نماز باجماعت اور رکوع کی وجوبیت ثابت ہوتی ہے۔[12] اور علامہ آلوسی ؒ فرماتے ہیں: [وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ] سے مراد ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو، یہاں نماز کو رکوع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور وہ اس لیے کہ یہود رکوع اور جماعت کے بغیر عبادت کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں رکوع اور نماز باجماعت کا حکم دیا ہے۔[13]

باجماعت نماز کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں:

1۔ سنت موکدہ ہے، جو کوئی بغیر عذر کے ہمیشہ جماعت سے پیچھے رہے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔

2۔ فرض کفایہ ہے، ابن البر ؒ کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح ہے کیونکہ تمام مساجد کو باجماعت سے معطل کرنا جائز نہیں ہے اگر کسی علاقے کی مسجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے تو وہاں گھر میں اکیلے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً -[14] (باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔)" لیکن امام شافعی ؒ فرماتے ہیں، جو بندہ مسجد میں پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو تو ہم اسے جماعت چھوڑنے کی رخصت نہیں دے سکتے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک نابینا کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی تو بینائی والے کو بالاولی اجازت نہیں ہے۔ ابن منذر ؒ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہم سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے: "مَن سمع النّداء فلَمْ يُجِبْ مِن غيرِ عُذْرٍ فلا صلاةَ له-[15] (جو اذان سنے اور نماز میں نہ آئے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔)" اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: "لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي أَنْ يَجْمَعُوا حُزَمَ الْحَطَبِ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى أَقْوَامٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ-[16] (میں نے ارادہ کیا کہ اپنے کچھ نوجوانوں کو میں لکڑی کے گٹھر اکٹھا کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں تو کھڑی کی جائے، پھر میں ان لوگوں (کے گھروں) کو آگ لگا دوں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔) جمہور علماء نے اس حدیث کو تاکید پر محمول کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول فلا صلاة له کو کمال پر محمول کیا ہے اور ابن مکتوم ؓ کے بارے ندب پر محمول کیا ہے۔ اور نبی ﷺ کا یہ فرمانا: لَقَدْ هَمَمْتُ یہ حتمی وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ نبی ﷺ نے ارادہ تو کیا تھا لیکن عمل نہیں کیا تھا، بلکہ یہ ان منافقین کے لیے وعید تھی جو جماعت اور جمعہ سے پیچھے رہتے تھے۔ کیونکہ اس زمانے میں جو پکا منافق ہوتا تھا وہی جماعت سے پیچھے رہتا تھا۔[17] اور امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں جب سنت قائم اور ظاہر ہو چکی ہے تو اکیلے نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کی نماز

---

[11] Al-Qurṭubī Abū ‘Abdullāh Muḥammad ibn Aḥmad ibn Abī Bakr al-Anṣārī, Al-Jami' li Ahkam al-Qur’ān, (Beirut, Labnan: Dar Ahya Al-Turath Al-Arabi), V:1, P:343

[12] Al-Jaṣṣās, Abū Bakr Aḥmad ibn ‘Alī al-Rāzī, Aḥkām al-Qur’ān, (Beirut, Libanon: Dār al-Iḥyā’ al-Turāth, 1984), V:1, P:32

[13] Al-Ālūsī, Abū al-Thanā’ Shihāb ad-Dīn Sayyid Maḥmūd ibn ‘Abd Allāh al-Ḥusaynī, Rūḥ al-ma ‘ānī fī tafsīr al-Qur’ān al- ‘aẓīm wa-al-sab ‘al-mathānī, (Beirut, Labnan: Dar Ahya Al-Turath Al-Arabi), V:1, P:247

[14] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ‘al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:650

[15] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur’ān, V:1, P:349

[16] Tīrmazī, Muhammad Bin Eīsā, Al Sunan, (Alr-Riaz: Maktbah al-Muārif, 2007), Hadith:217

[17] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur’ān, V:1, P:350

صحیح ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ، بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً ۔[18](آدمی کی باجماعت ادا کی گئی نماز اس کی گھر اور بازار میں پڑھی ہوئی نماز کی بانسبت بیس سے زیادہ درجے بڑھ کر ہے۔)

نماز کی شرائط:

نماز کی شروط طہارت وغیرہ ہیں جو کہ تفصیل سورۃ نساء اور مائدہ میں ہیں اور ستر ڈھانپنے کی تفصیل سورۃ اعراف میں ہے۔

نماز کے فرائض:

اللہ تعالی نے متقین کی ایک صفت اقامت صلاۃ بھی بیان فرمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نمازوں کی پابندی پورے آداب اور قواعد شرعیہ کے مطابق ادا کی جائے جیسا کہ امام طبرانیؒ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچوں نمازوں کو ان کی شرائط کے ساتھ مقررہ اوقات میں ادا کرنا ہے۔[19] اور علامہ آلوسیؒ نے بھی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہی بات کہی ہے۔[20] کیونکہ جو نماز خشوع وخضوع اور قواعد شرعیہ کے بغیر ادا کی جائے تو وہ اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔ نماز کے کچھ فرائض ہیں جن کو پورا کیے بغیر نماز درست نہیں ہو سکتی جو کہ یہ ہیں۔(قبلہ رخ ہونا، نیت، تکبیر تحریمہ، سورۃ فاتحہ کی قرات، طمانیت سے رکوع، رکوع سے سر اٹھانا، اطمئنان سے سجدہ، سجدے سے سر اٹھانا، دونوں سجدوں کے درمیان اطمئنان سے بیٹھنا، اور پھر دوسرا سجدہ اطمئنان سے کرنا۔)

اصل میں یہ سارے فرائض نبی ﷺ کی اس حدیث سے ماخوذ ہیں۔إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔[21](تم جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے اللہ اکبر کہو اور پھر جتنا قرآن کریم تم باآسانی پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو اس کے بعد رکوع کرو اور پھر با آرام بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اس کے بعد با اطمینان سجدہ کرو اور پھر با اطمینان قعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح اپنی پوری نماز میں کیا کرو۔)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء طمانیت کو فرض یا شرط قرار نہیں ہے جیسا کہ ابن قاسم وغیرہ کہتے ہیں کہ ارکان میں فاصلہ کرنا واجب ہے طمانیت واجب نہیں ہے۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اطمئنان سے نماز پڑھی ہے اور اطمئنان سے ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اطمئنان سے ہی پڑھنا سکھایا ہے۔[22] امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے نماز کا مکمل طریقہ بتلا دیا ہے اور لوگوں تک پہنچا دیا ہے، اب جو بھی اس کے مطابق نماز نہیں پڑھے گا تو گویا کہ اس نے اللہ تعالی کے فیصلے کا انکار کر دیا اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جن کے بارے اللہ تعالی فرماتے ہیں: "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ۔[23]" (پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی۔)[24] نفس انسانی کی تطہیر وتزکیہ اس کا بنیادی مقصد ہے اور اس کے ذریعے سے بندہ دنیا میں اللہ تعالی کے ساتھ مناجات اور آخرت میں اس کے قرب کا اہل قرار پاتا ہے۔ بندہ اس قرب کا اہل تبھی قرار پائے گا جب عاجزی وانکساری

---

[18] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ʿal-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:649

[19] Al-Ṭabarī, Jāmiʿ al-bayān ʿan taʾwīl āy al-Qurʾān, V:1, P:124

[20] Al-Ālūsī, Rūḥ al-ma ʿānī fī tafsīr al-Qurʾān al- ʿaẓīm wa-al-sab ʿal-mathānī, V:1, P:115

[21] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ʿal-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:397

[22] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qurʾān, V:1, P:347

[23] Al-Qurʾān 19:59

[24] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qurʾān, V:1, P:348

اور مکمل اطمینان سے اپنی مناجات اللہ تعالی کے سامنے پیش کرے گا۔ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا تھا تو فرمایا اگر تم اسی طریقے سے نماز پڑھتے ہوئے فوت ہو گئے تو تمہاری موت اسلام پر نہیں ہو گی۔[25]

لہذا نماز نبی ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق اور اطمئنان سے ہی پڑھنی چاہیے۔ جس طرح کوئی نمازی تکبیر تحریمہ سے پہلے سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا اور رکوع سے پہلے سجدہ نہیں کر سکتا کیونکہ نماز کی ترتیب و کیفیت نبی ﷺ سے ثابت ہے، بعینہ اسی طرح رکوع اور سجدہ کو مکمل کرنا اور مکمل نماز اطمئنان سے پڑھنا یہ بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

روزے کے احکام:

روزہ ارکان اسلام میں سے تیسرا رکن ہے اور یہ رکن رمضان المبارک میں ادا کیا جاتا ہے، رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کرنے والی کتاب ہے۔ لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اللہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جارہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار واعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔

اسلام کے اکثر احکام کی طرح روزے کی فرضیّت بھی بتدریج عائد کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں مسلمانوں کو صرف ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی، مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ پھر سن 2 ہجری میں رمضان کے روزوں کا یہ حکم قرآن میں نازل ہوا، مگر اس میں اتنی رعایت رکھی گئی کہ جو لوگ روزے کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی وہ روزہ نہ رکھیں، وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ بعد میں دوسرا حکم نازل ہوا اور یہ عام رعایت منسوخ کر دی گئی۔ لیکن مریض، مسافر اور حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت اور ایسے بوڑھے لوگوں کے لیے، جن میں روزے کی طاقت نہ ہو، اس رعایت کو بدستور باقی رہنے دیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ بعد میں جب عذر باقی نہ رہے تو اتنے روزے رکھ لیں جتنے رمضان میں ان سے چھوٹ گئے ہیں۔

روزے کی تعریف:

صوم لغت میں مطلق طور پر رک جانے کو کہتے ہیں جیسا کہ خاموشی کو بھی صوم کہتے ہیں کیونکہ خاموش شخص کلام کرنے سے رک جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے مریم علیہا السلام کے بارے میں بتایا: إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا-[26] (میں نے رحمان کے نام کا روزہ مان رکھا ہے۔) اور شرعی طور پر روزے کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، عورتوں سے مجامعت اور دیگر روزہ توڑنے والی چیزوں سے صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج غروب ہونے تک اجتناب کرنے کو روزہ کہتے ہیں۔

---

[25] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:1, P:347

[26] Al-Qur'ān 19:26

روزے کی تاریخ فرضیت:

اللہ تعالی نے پہلی امتوں کی طرح امت محمدیہ ﷺ پر بھی اپنے اس قول کے مطابق روزوں کو فرض قرار دیا ہے۔يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔[27](اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تاکہ تم متقی بن جاو۔)ابن عباسؓ کا قول ہے کہ كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے مراد اہل کتاب ہیں۔[28]شروع اسلام میں مہینے میں تین روزے اور عاشورہ کا روزہ فرض تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔

مریض کے روزے کا حکم:

رمضان المبارک میں مسلمان اگر بیمار ہو جائے اور مشقت برداشت کیے بغیر اگر روزہ رکھ سکتا ہے تو روزہ رکھے ورنہ چھوڑ دے، پھر اگر اسے بیماری سے تندرست ہونے کی امید ہو تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گا اور یہ چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد کو مکمل کرنا واجب ہے۔[29]اور اگر تندرست ہونے کی امید نہیں ہے، یعنی بیماری دائمی ہے تو ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔امام قرطبیؒ اور ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ جب انسان کی ایسی حالت ہو جائے کہ اس کو مریض کہا جا سکے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ لے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔[30]"(سو جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔)[31]امام مالکؒ کے نزدیک جب بیماری شدت کی ہو اور جان کو خطرہ ہو تو انسان روزہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب انسان کو ڈر ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھ جائے گی تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔[32]

بوڑھے، حاملہ اور دودھ پلانے والی کے روزے کا حکم:

مسلمان مرد یا عورت اگر بڑھاپے کی اس حد تک پہنچ جائیں کہ روزہ نہ رکھ سکیں تو ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔اور اسی طرح اگر مسلمان عورت حاملہ ہے اور روزہ رکھنے سے اسے، یا حمل کو کوئی خطرہ ہو سکتا ہے تو ایسی عورت روزہ چھوڑ دے گی اور بعد میں قضاء کرے گی اور یہی حکم دودھ پلانے والی کا ہے کہ اگر اسے یا اس کی اولاد کو خطرہ ہے تو وہ روزہ نہ رکھے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ۔[33](اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔)علماء کا اس آیت میں اختلاف ہے کہ کیا یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ یہ آیت وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ سے منسوخ ہے۔اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بوڑھے شخص اور بوڑھی عورت کے لیے تھی کہ طاقت کے باوجود وہ روزے کا فدیہ دے لیں پھر یہ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے منسوخ ہو گئی اور رخصت ختم ہو گئی ماسوائے اس شخص کے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔اور ابن عباس کی ایک اور روایت ہے کہ یہ حاملہ اور مرضع کے لیے ہے۔

[27] Al-Qur'ān 2:183

[28] Al-Ālūsī, Rūḥ al-ma ʻānī fī tafsīr al-Qur'ān al- ʻaẓīm wa-al-sab ʻal-mathānī, V:2, P:56

[29] Al-Ālūsī, Rūḥ al-ma ʻānī fī tafsīr al-Qur'ān al- ʻaẓīm wa-al-sab ʻal-mathānī, V:2, P:63

[30] Al-Qur'ān 2:185

[31] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:276

[32] Al-Qur'ān 2:185

[33] Al-Qur'ān 2:184

امام قرطبیؒ کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ حاملہ، دودھ پلانے والی اور بوڑھے شخص کے بارے میں محکم ہی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں نسخ سے مراد تخصیص ہے۔ جبکہ حسن بصری، زہری، اوزاعی اور اصحاب الرائی کے نزدیک حاملہ اور دودھ پلانے والی روزہ چھوڑیں گی تو وہ مریض کی طرح ہی شمار ہونگی کہ بعد میں قضاء کریں گی نا کہ فدیہ میں کھانا کھلائیں گی۔[34]

فدیہ کی مقدار:

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر روزے کے بدلے ایک مد مد النبی ﷺ فدیہ میں دی جائے گی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک صاع کھجور یا نصف صاع گندم دی جائے گی۔ انس بن مالکؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کمزور ہو گئے اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے کھانا تیار کروایا اور پھر تیس مسکینوں کو بلایا اور ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔[35] ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ: فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ سے مراد روزے کے ساتھ کھانا کھلانا ہے۔ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ فدیہ میں ایک مد سے زیادہ کھانا دینا مراد ہے۔

مسافر کا روزہ:

مسلمان جب سفر کا ارادہ کرے تو شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ روزہ نہ رکھے اور جب گھر واپس آجائے تو پھر قضاء کر لے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔[36] (جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔) اگر سفر میں روزہ رکھنے میں مسافر کو مشقت نہیں ہوتی اور وہ روزہ رکھ لے تو اچھا ہے اور اگر دوران سفر اس کے لیے مشقت ہو تو روزہ چھوڑنا بہتر ہے۔ اگر کسی نے رمضان میں سفر کا ارادہ کیا تو صرف ارادہ کرنے سے وہ روزہ نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ مسافر صرف نیت سے ہی مسافر شمار نہیں ہوتا بلکہ عملی طور پر سفر شروع کرنے سے ہی مسافر ہو گا۔ جیسا کہ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ میں رمضان میں انس بن مالکؓ کے پاس آیا اور وہ سفر کی تیاری کر رہے تھے اور سواری بلکل تیار تھی اور انہوں نے بھی سفر کے لیے لباس پہن لیا تھا اور غروب کا وقت قریب تھا تو انہوں نے کھانا منگوایا کر کھایا اور پھر سواری پر سوار ہو گئے، تو میں نے کہا، کیا یہ سنت ہے؟ تو انس بن مالکؓ نے کہا جی ہاں۔[37] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان میں مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب نکلے تو عسفان کے مقام پر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا تاکہ لوگ دیکھ لیں اور پھر نوش فرمایا۔[38] گزشتہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سفر میں روزہ ہو سکتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عسفان کے مقام پر روزہ توڑا تھا اس سے پہلے روزہ ہی تھا۔[39] اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اگرچہ کسی نے سفر میں روزہ کی نیت کر لی ہو لیکن پھر بھی اس کے لیے جائز ہے کہ روزہ توڑ لے اگرچہ اس کو کوئی عذر نہ بھی پیش آئے۔ مسلک مالکی میں قصر نماز کے لیے مسافت تیس میل ہے اور روزہ چھوڑنے کی مسافت بھی یہی ہے۔ امام قرطبیؒ کے نزدیک قصر اور فطر کے لیے مسافت 16 فرسخ[40] ہے۔[41]

---

[34] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:288

[35] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:289

[36] Al-Qur'ān 2:185

[37] Tīrmazī, Muhammad Bin Eīsā, Al Sunan, (Alr-Riaz: Maktbah al-Muārif, 2007), Hadith:799

[38] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1948

[39] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:279

[40] One farsakh is 4.828 km and 16 farsakh is 77.2485 km.

[41] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:277

سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا:

امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص طاقتور ہے اور روزہ رکھ سکتا ہے تو اس شخص کے لیے روزہ رکھنا ہی افضل ہے جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں سفر کیا کرتے تھے اور نبی ﷺ روزہ دار اور غیر روزہ دار کسی پر بھی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔[42] عثمان بن عاص اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور یہی قول ابو حنیفہؒ کا بھی ہے۔[43]

رمضان کے چھوڑے ہوئے روزے بعد میں اکٹھے رکھے گا یا متفرق بھی رکھ سکتا ہے:

جمہور علماء کے نزدیک اکٹھے رکھنا مستحب ہے اور متفرق بھی جائز ہیں۔ اگر کوئی روزوں کی قضاء میں تاخیر کرتا ہے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجاتا ہے تو ایسا شخص موجودہ رمضان کے روزے رکھے گا اور بعد میں گزشتہ روزے رکھے گا، مسکینوں کو کھانا کھلا کر روزے نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ اللہ تعالی نے کھانا کھلانے کا نہیں کہا بلکہ فرمایا: فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ-[44] (دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔) اور ایسا مریض جس نے رمضان کے روزے چھوڑے اور ابھی تک صحت یاب نہیں ہوا اور دوسرا رمضان آگیا تو ایسا شخص ہر روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلا دے۔[45] اور اگر کوئی شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو امام قرطبیؒ کے نزدیک میت کے ورثاء صرف نذر کے روزے رکھیں گے رمضان کے روزے نہیں رکھیں گے۔[46]

زکوٰۃ اور حج کے فقہی مسائل:

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن زکوۃ ہے، جس کے لغوی معنی پاکیزہ کرنا یا پروان چڑھانا ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد غریبوں کی مدد، معاشرتی فلاح و بہبود میں صاحب ثروت لوگوں کا حصہ ملانا اور مستحق لوگوں تک زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچانا ہے۔ پاکیزگی سے مراد اللہ تعالی نے ہمارے مال و دولت میں جو حق ادائیگی مقرر کیا ہے اس کو خلوص دل اور رضامندی سے ادا کیا جائے تاکہ ہماری اس عبادت کو شرف قبولیت مل سکے۔ اور نشو و نما سے مراد حق داروں پر مال خرچ کرنا اپنی دولت کو بڑھانا ہے، جس سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمۡوَٰلَهُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنۢبُلَةٖ مِّاْئَةُ حَبَّةٖۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ-[47] (جو لوگ اپنا مال اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالی جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالی کشادگی والا اور علم والا ہے۔) یہ آیت بشمول زکوۃ ہر قسم کے انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ہے، لیکن زکوۃ مال کا وہ حصہ ہے جس کا ادا کرنا فرض ہے۔ نفلی طور پر فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے لیے ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے ذوق و شوق سے جتنا چاہے خرچ کرے لیکن کچھ لوگ فرضی زکوۃ میں بھی پورا

---

[42] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1947

[43] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:280

[44] Al-Qur'ān 2:185

[45] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:283

[46] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:285

[47] Al-Qur'ān 2:161

حساب کتاب کئے بغیر محض اندازے سے یا ذوق کے مطابق کچھ مال زکوۃ کے نام سے نکال دیتے ہیں، حالانکہ یہ بھی بڑی کوتاہی ہے، زکوٰۃ نکالنے کے لئے پہلے پورا حساب کتاب کیا جائے تاکہ زکوۃ کی اصل رقم معلوم ہو اور پھر اس کی ادائیگی کی ترتیب بنائی جائے۔

زکوۃ کی تعریف:

لغت میں زکاۃ زکا سے ماخوذ ہے جس کا معنی بڑھنا، زیادہ ہونا اور طہارت ہے۔[48] اور فقہ کی اصطلاح میں مال کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو خاص وقت میں خاص لوگوں کے لیے نکالا جاتا ہے۔

زکوۃ کی حکم:

زکاۃ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو عاقل وبالغ، آزاد اور نصاب کے برابر مال رکھتا ہو اور اس مال پر پورا سال گزر جائے تو اس پر زکاۃ فرض ہے قرآن وحدیث میں بہت سی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ۔[49] (اے ایمان والو! اس پاک مال میں سے جو تم کماتے ہو اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا، خرچ کرو۔) اس آیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں فرضی زکوۃ کے بارے کہا گیا ہے یا نفلی صدقہ کے بارے میں۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرضی اور نفلی دونوں پر صادر آتی ہے۔ نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے:وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔[50] (نماز قائم کرو اور زکاۃ دو۔) امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ وَآتُوا الزَّكَاةَ سے فرضی زکوۃ ہی مراد ہے اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ: نماز کو اس کے واجبات، اخلاص اور خشوع وخضوع کے ساتھ مقدم رکھا ہے اور یہ بدنی عبادتوں میں افضل ترین عبادت ہے اور پھر اسی کے ساتھ زکوۃ کو بیان کیا ہے اور یہ مالی عبادتوں میں افضل ترین عبادت ہے۔[51] اور سورۃ توبہ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔[52] (ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک بنائیے اور ان کا تزکیہ کیجیے۔)

زکوۃ کا نصاب:

قرآن کریم میں زکاۃ کے بارے مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے اور نبی ﷺ نے اس کو واضح کیا ہے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:لَيْسَ فِي حَبٍّ، وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسَاقٍ، وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.[53] (غلہ اور کھجوروں کے پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے پانچ سے کم اونٹوں میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔) نبی ﷺ سے تازہ استعمال ہونے والے پھلوں اور سبزیوں میں زکوۃ ثابت نہیں ہے۔ البتہ فقراء اور ہمسایوں کو اس میں سے دینا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ۔[54] (جو تم پاک مال کماتے ہو اور جو تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو۔) اگر کسی شخص کے پاس بیس دینار (تقریبا 85 گرام سونا) یا دو سو درہم (تقریبا 595 گرام چاندی) موجود ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں چالیسواں حصہ زکوۃ واجب ہے۔ زکاۃ دینے

[48] Al-Ālūsī, Rūḥ al-ma ʻānī fī tafsīr al-Qur'ān al- ʻaẓīm wa-al-sab ʻal-mathānī, V:1, P:247
[49] Al-Qur'ān 2:167
[50] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:1, P:43
[51] Al-Ālūsī, Rūḥ al-ma ʻānī fī tafsīr al-Qur'ān al- ʻaẓīm wa-al-sab ʻal-mathānī, V:1, P:247
[52] Al-Qur'ān 9:103
[53] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ʻal-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:979
[54] Al-Qur'ān 2:267

والے کو یہ یقین رکھتے ہوئے خوش دلی سے اور شریعت کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق زکاۃ دینی چاہیے کہ اللہ تعالی اس کو بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔ جس طرح نماز کی رکعات کی تعداد مقرر اور فرض ہیں اسی طرح زکوۃ کا نصاب اور ادائیگی بھی فرض ہے۔

حج:

اسلام میں دو طرح کی عبادتیں ہیں، ایک کا تعلق جسم سے ہے، جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ اور دوسری کا تعلق مال سے ہے جو کہ صدقہ خیرات ،زکوۃ اور اہل وعیال وغیرہ پر خرچ کرنے سے تعلق رکھتی ہے، لیکن حج ایک ایسی عبادت ہے جو جسمانی اور مالی دونوں عبادتوں کے مجموعے سے بنتی ہے کہ جس میں بندہ اپنے جان ومال کو لے اطاعت وفرمابرداری کا مجموعہ بن کر رب کے حضور پیش ہوتا ہے۔ حج ایک ایسی مقدس عبادت ہے جس کے ارکان کی ادائیگی شہر مکہ کے مقدس مقامات یعنی خانہ کعبہ کے ارد گرد، صفا مروہ اور حدود مکہ سے باہر مقدس مقامات منیٰ، مزدلفہ، اور عرفات میں سر انجام دی جاتی ہے۔ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت وفرمابرداری کی عظیم یادگار ہے۔ درحقیقت حج اللہ تعالی کی اس مقدس سرزمین پر حاضری کا نام ہے جہاں نبیوں، رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے اپنی حاضری کے ذریعہ اطاعت وبندگی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ حج بیت اللہ یقیناً اللہ تعالی کی ایک عظیم عطا ہے جس کو اخلاص ورضا کے ساتھ ادا کرنے سے حاجی اپنے گناہوں سے بلکل پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ[55]۔ (جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔) یعنی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے بلکل پاک وصاف ہوتا ہے اسی طرح جو بندہ اوپر مذکور اوصاف کے مطابق حج کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے پچھلے تمام گناہوں کو ایسے ختم کر دیتے ہیں جیسے پیدائش کے وقت بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور اللہ تعالی ایسے شخص کے حج کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہیں جس کا بدلہ جنت کی صورت میں عنائیت کیا جاتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ ۔(حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہے)

حج کا معنی ومفہوم:

لغوی طور پر حج کا معنی قصد کرنا، ارادہ کرنا اور زیارت کرنا ہیں۔ امام خلیلؒ کے نزدیک عزت اور تکریم والے مقام کی طرف کثرت سے قصد کرنا حج کہلاتا ہے۔[56] اور اصطلاح میں: قصد الكعبة لأداء أفعال مخصوصة، أو هو زيارة مكان مخصوص في زمن مخصوص بفعل مخصوص۔[57] (مخصوص افعال کی ادائیگی یا مخصوص جگہ کی زیارت کے لیے وقت اور خاص افعال کے ساتھ بیت اللہ کا قصد یا سفر کرنا حج کہلاتا ہے۔) شرعی طور اور عرف عام میں حج اسلام میں ایک عبادت ہے جو خانہ کعبہ کے طواف اور مکہ مکرمہ شہر کے متعدد مقدس مقامات پر حاضر ہو کر کچھ آداب واعمال بجالانے کا نام ہے۔ قرآن وسنت کے بہت سارے آثار اس پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ [58] (حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔) اسی طرح فرمایا: وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى

[55] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1521

[56] ALLAMAH MAJD AL-DIN MUHAMMAD IBN YAQUB AL-FAYRUZABADI, Al-Qamoos Ul-Muheet, P:167

[57] Wahbah Mustafa al-Zuhayli, al-Fiqh al-Islami wa Adilataha, V:3, P:8

[58] Al-Qur'ān 2:196

كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ [59] (اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔) وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا [60] (اور لوگوں کے ذمہ (فرض) ہے اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا جو بھی اس کی طرف رواستے کی استطاعت رکھتا ہو۔) اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ ؛ إِيمَانٍ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَالصَّلَاةِ الْخَمْسِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَأَدَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ. [61] (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔)

عبادت کا لفظ تین معانی پر مشتمل ہے: (۱) پرستش، (۲) غلامی، (۳) اطاعت، [62] خدا کے واحد پروردگار ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اسی کا شکرگزار ہو، اسی سے دعائیں مانگے اور اسی کے آگے عقیدت و محبت سے سر جھکائے، یہ عبادت کا پہلا مفہوم ہے۔ انسان خدا کا بندہ و غلام بن کر رہے، اس کے مقابلے میں خود مختارانہ رویہ نہ اختیار کرے اور اس کے سوا کسی اور کی غلامی قبول نہ کرے یہ عبادت کا دوسرا مفہوم ہے، انسان خدا کے حکم کی اطاعت اور اس کے قانون کی پیروی کرے، نہ خود اپنا حکمران بنے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرے یہ عبادت کا تیسرا مفہوم ہے۔ دین میں عبادات کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہیں، عبادات کے بغیر دین کو صحیح صورت پہ باقی رکھنا ممکن نہیں، اگرچہ دین کے تمام احکام کی تعمیل لوجہ اللہ عبادت ہے مگر عام طور پر مشہور عبادتیں: نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اندر جو اللہ تعالی سے ربط اور مناسبت پیدا کرنے کی تاثیر اور انسان کے روحانی اور ملکوتی پہلو کی ترقی اور تکمیل کی خاصیت ہے وہ کسی دوسرے عمل میں نہیں، ان کو عبادات میں وہی مقام حاصل ہے جو اعضاء جسم میں قلب و دماغ کو ہے اسی بنا پر ان کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور ان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ بنیادی عبادات ہیں؛ لیکن ان کا دائرہ محدود نہیں ہے؛ بلکہ بے حد وسیع ہے، انسان کے لیے ضروری ہے کہ اہم عبادات کے ذریعے اپنی ساری زندگی کو کامیاب بنائے اور پھر اصل مقصود جو رضاء الٰہی ہے وہ حاصل کرے، ان تمام تر نتائج کا حصول تبھی ممکن ہے جب بندہ عبادات کو اسی طرح سرانجام دے گا جس طرح شریعت نے ہمیں بتلایا اور سکھلایا ہے، جس طرح ایک غلام من و عن اپنے آقا کی بات مانتا ہے اور اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرتا ہے بعینہ اسی طرح ہم اپنی عبادات کو اسی طرح رب کے سامنے پیش کریں گے جیسا اس نے ہمیں حکم دیا ہے۔ شریعت نے تمام عبادتوں کے اوقات اور طریقہ کار ہمارے لیے متعین کر دیے ہیں، ان عبادتوں میں ایک عبادت حج بھی ہے اور شریعت نے اس کا وقت اور طریقہ بھی بتلا دیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. [63] (لوگ آپ (ﷺ) سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ (ﷺ) فرما دیجیے کہ یہ اوقات اور حج کی تعیین کے لیے ہے۔) چاند کی بدلتی کیفیت سے جہاں انسان اپنے معاملات کو منظم کر سکتا ہے وہاں اس سے اوقات حج بھی معلوم ہوتے ہیں اور اوقات

---

[59] Al-Qur'ān 22:27

[60] Al-Qur'ān 3:97

[61] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:113

[62] Mahnamah Dar Al-uloom, issue no:6, V no:89, june 2005

[63] Al-Qur'ān 2:189

حج کے بارے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے مہینے شوال ، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔اور اسی طرح شریعت اس عظیم فریضے کی ادائیگی کا طریقہ بھی بتلادیا ہے جو کہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

احرام:

حج کے ارکان میں سے سب سے پہلا رکن احرام باندھنا ہے،اور یہ احرام باندھنا نیت کے ساتھ مشروط ہے،اگر کوئی شخص حج کی نیت کیے بغیر احرام باندھ لیتا ہے تو اس شخص کا حج نہیں ہو گا اور اسی طرح اگر کوئی شخص نیت تو کر لیتا ہے لیکن چادروں کے ساتھ احرام نہیں باندھتا اور باقی تمام افعال سرانجام دیتا ہے تو بھی اس شخص کا حج نہیں ہو گا۔جیسا کہ نبی ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پہ تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس کے اوپر جبہ تھا اور خلوق (ایک خوشبودار بوٹی کا نام ہے) کا اثر بھی تھا،اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میں اپنے عمرے میں کیا کروں؟(یعنی کون کون سے افعال کروں) تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی (وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہاں ہے عمرے کے متعلق پوچھنے والا؟ تو اس شخص نے کہا میں ادھر ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا جبہ اتار دو اور خلوق کو دھو دو اور پھر جو کچھ تم حج میں کرتے ہو وہی کچھ عمرہ میں بھی کرو۔[64] اور یہ احرام تب تک نہیں اتار سکتا جب تک حج کے ارکان پورے نہ کر لے جیسا کہ نبی ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ تب تک حلال نہیں ہوئے تھے جب تک حج پورا نہ کر لیا اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں قربانی کا جانور ذبح نہ کر لیا۔پھر آپ ﷺ (مکہ واپسی) آئے اور بیت اللہ کا طواف افاضہ کر لیا تو ہر وہ چیز آپ ﷺ کے لیے حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی[65] یہی مسئلہ ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں نقل کیا ہے۔اور یہ احرام نبی ﷺ کی مقرر کردہ میقات (حدود) سے باندھنا ضروری ہے۔میقات سے احرام باندھنا واجبات حج میں سے ہے اور نبی ﷺ نے ہر جہت والوں کے لیے میقات مقرر کر دی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:(نبی ﷺ نے مدینہ والوں کے احرام کے لیے ذوالحلیفہ،شام والوں کے لیے جحفہ،نجد والوں کے لیے قرن منازل،یمن والوں کے لیے یلملم متعین کیا۔یہاں سے ان مقامات والے بھی احرام باندھیں اور وہ لوگ بھی جو ان راستوں سے آئیں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔لیکن جن کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں سفر شروع کرنا ہے۔یہاں تک کہ مکہ کے لوگ مکہ سے ہی سے احرام باندھیں۔)[66] اس لیے اس مقرر کردہ میقات سے کوئی حج یا عمرہ کرنے والا بغیر احرام کے نہیں گزر سکتا،میقات سے احرام باندھنے کے حوالے سے دو مسائل ہیں۔

۱)میقات سے پہلے ہی اپنے گھر سے احرام باندھنے کا حکم

۲)احرام باندھے بغیر میقات سے گزر جانے کا حکم

میقات سے پہلے ہی اپنے گھر یا کسی بھی مقام سے احرام باندھنے کے حوالے سے علماء کی دو رائے ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا صحیح ہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے اور عمران بن حصینؓ کا فعل ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی مقرر کردہ

---

[64] Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, Al-Durr Al-Manthur Fi Tafsir Bil-Ma'thur, (Beirut, Dar Al-Fikar), V:1, P:502

[65] Bukari, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, Hadith No:1691

[66] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1524

میقات سے پہلے احرام باندھا تھا عبد اللہ بن مسعودؓ اور سلف صالحین کی ایک جماعت کا بھی یہی موقف ہے جیسا کہ اسود، علقمہ اور ابو اسحاق وغیرہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی یہی آتا ہے کہ انہوں نے ایلیا کے مقام سے احرام باندھا تھا۔[67] میقات سے پہلے احرام باندھنے والے موقف کی تائید میں ابن ماجہ کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اهل بعمرة من بيت المقدس، غفر له۔[68] (جس نے بیت المقدس سے عمرہ کا تلبیہ پکارا اس کو بخش دیا جائے گا۔) لیکن حدیث ضعیف ہونے کہ وجہ سے یہ موقف صحیح نہیں ہے البتہ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ میقات سے ہی احرام باندھنا چاہیئے، ان کا کہنا یہ ہے کہ نبی ﷺ نے احرام باندھنے کے لیے میقات کی جگہیں مقرر کر دی ہیں تو وہیں سے احرام باندھنا چاہیے اور خود نبی ﷺ نے بھی میقات سے ہی احرام باندھا تھا اور جو فعل نبی ﷺ کریں وہی افضل ہے، جیسا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے میقات سے ہی احرام باندھنے کا کہا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: (مدینہ والوں کے احرام کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے قرن منزل، یمن والوں کے یلملم متعین کیا۔ یہاں سے ان مقامات والے بھی احرام باندھیں اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو ان راستوں سے آئیں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جن کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں سفر شروع کرنا ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔)[69] ویسے بھی میقات سے احرام باندھنے میں ہی لوگوں کے لیے آسانی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص گھر سے ہی احرام باندھ لے گا تو وہیں سے اس پر احرام کی پابندیاں لاگو ہو جائیں گیں جو کہ طویل سفر کی وجہ سے اس کے لیے مشقت بن جائے گا اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کے مطابق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کے لیے کہا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اسی کو اختیار فرمایا جس میں آپ کو زیادہ آسانی معلوم ہوئی بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔[70] لہذا حاجی کے لیے میقات سے احرام باندھنے میں فائدہ ہے کہ نبی ﷺ نے بھی وہیں سے احرام باندھا تھا اور حاجی مزید مشقت سے بھی بچا رہے گا۔

سلے ہوئے کپڑے پہننا، ناخن یا بال کاٹنا، خوشبو لگانا:

حج کے واجبات میں سے اہم واجب سلے ہوئے کپڑے اتارنا بھی شامل ہے، امام قرطبیؒ اس آیت: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:[71] جو بھی شخص حج کا ارادہ کرے تو وہ اپنے سلے ہوئے کپڑے اتارے

---

[67] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:366

[68] Ibn e Mājah, Abu Abdullah Muhammad Bin Yazeed Bin Abdullah, Al Sunan, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 1999), Hadith:3001

[69] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1524

[70] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:3560

[71] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:385

اور دو چادریں لپیٹ لے، محرم جب احرام باندھ لے گا تو وہ قمیض، کوٹ اور اسی طرح سلا ہوا کوئی بھی لباس نہیں پہن سکتا،اور نہ ہی پگڑی باندھ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے سر کو کسی چیز (ٹوپی، کپڑا) سے ڈھانپ سکتا ہے،اور نہ ہی موزے اور جرابیں پہن سکتا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ محرم قمیص نہ پہنے ، نہ عمامہ پہنے ، نہ پاجامہ ، نہ برنس اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران اور ورس لگا ہو اور نہ موزے پہنے البتہ اگر کسی کو چپل نہ ملیں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ دے(پھر پہنے)[72] اور عورت کے لیے مزید یہ کہ وہ دستانے بھی نہ پہنے اور نہ ہی نقاب اوڑھے جیسا کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو حالت احرام میں دستانے پہننے، نقاب اوڑھنے، اور ایسے کپڑے پہننے سے جن میں ورس یا زعفران لگا ہو منع فرمایا، البتہ ان کے علاوہ جو رنگین کپڑے چاہے پہنے جیسے زرد رنگ والے کپڑے، یا ریشمی کپڑے، یا زیور، یا پائجامہ، یا قمیص، یا کرتا، یا موزہ۔[73] اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ عورت کا لباس ہی احرام ہو گا وہ الگ سے چادریں نہیں باندھے گی۔

تلبیہ پڑھنا:

احرام شروع کرتے وقت (یعنی میقات سے نیت کرتے وقت) مُحرم میقات سے ہی تلبیہ پڑھنا شروع کر دے گا، بار بار اور بلند آواز سے تلبیہ کہنا مستحب ہے۔ سواری پر سوار ہوتے اور اترتے وقت، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسروں سے ملتے وقت بھی تلبیہ پڑھتے رہنا چاہیے جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہؓ کے بارے آتا ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور نماز عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے خود سنا کہ لوگ بلند آواز سے حج اور عمرہ کے لیے تلبیہ کہہ رہے تھے اور نبی ﷺ کا تلبیہ یہ تھا۔لَبَّيْكَ اللهُمَّ، لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ-[74] اور امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حج کی نیت کر لیتا ہے اور تلبیہ نہیں پڑھتا تو اس کا حج مکمل ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ : إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ-[75] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔)لہذا تلبیہ پڑھنا مستحب عمل ہے ارکان حج یا واجبات حج میں سے نہیں ہے، اس لیے اگر کوئی شخص تلبیہ نہیں بھی پڑھتا تو اس کا حج مکمل ہو جائے گا اس پر فدیہ بھی لازم نہیں آئے گا۔

وقوف عرفہ

حج کے ارکان میں سے دوسرا اور اہم ترین رکن وقوف عرفہ ہے کیونکہ اگر کوئی شخص میقات سے پہلے احرام نہیں باندھتا اور میقات گزرنے کے بعد احرام باندھتا ہے تو اس شخص پر دم واجب آئے گا(جرمانے کے طور پر اونٹ، گائے، یا بکری کی قربانی کرنے کو دم کہتے ہیں)اور اس کا حج صحیح اور مکمل ہو گا، لیکن اگر وقوف عرفہ نہیں کیا تو اس شخص کا حج نہیں ہو گا کیونکہ وقوف عرفہ حج کا رکن ہے۔اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: حج وقوف عرفہ کا نام ہے جو شخص مزدلفہ میں گزاری جانے والی رات کی صبح طلوع ہونے سے پہلے عرفات (سے ہو

---

[72] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:5806

[73] Abū Dāwūd, Suleman Bin Ashas, Al-Sunan, (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Hadith No: 1827

[74] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1549

[75] Bukari, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, Hadith No:1

کر مزدلفہ) آجائے اس کا حج پورا ہو گیا۔[76] اور جہاں تک عرفہ میں وقوف کرنے کا وقت ہے تو علماء کا اس بارے اجماع ہے کہ: عرفہ والے دن زوال سے لیکر نحر والے دن کی فجر طلوع ہونے تک ہے، اگر رات کو وقوف کرتا ہے تو تھوڑا سا وقوف بھی کرنا بھی کفایت کر جائے گا جیسا کہ عروہ بن مضرسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ اس وقت مزدلفہ میں تھے، میں نے عرض کیا: میں طی کے پہاڑوں سے آرہا ہوں، میں نے اپنی اونٹنی کو تھکا مارا ہے اور خود کو بھی تھکا دیا ہے اللہ کی قسم راستے میں کوئی ایسا ٹیلہ نہیں آیا جس میں میں نہ ٹھہرا ہوں، تو میرا حج درست ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے ساتھ اس نماز کو پالے اور اس سے پہلے رات یا دن کو عرفات میں ٹھہر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا۔[77] اور اگر دن کے وقت وقوف عرفہ کرتا ہے تو سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات کے میدان سے نہیں نکل سکتا جیسا کہ نبی ﷺ کے حج کے بارے میں آتا ہے کہ: نبی ﷺ عرفات کے میدان میں پہنچ گئے اور وہاں آپ ﷺ کو وادی نمرہ میں اپنے لیے خیمہ لگا ہوا ملا۔ آپ ﷺ اس میں ٹھہرے یہاں تک کے سورج ڈھل گیا۔[78] علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص زوال سے پہلے ہی میدان عرفہ سے نکل جاتا ہے تو اس کا وقوف کرنا شمار نہیں ہو گا اور اگر کوئی شخص زوال کے بعد وقوف کرتا ہے اور غروب سے پہلے میدان عرفہ سے نکل جاتا ہے تو امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہو گا اور اس کا حج صحیح ہو گا اور اگر رات ختم ہونے سے پہلے پہلے واپس آجائے تو اس پر فدیہ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگرچہ وہ واپس آجائے تو پھر بھی اس پر فدیہ واجب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ایسے شخص پر آئندہ سال دوبارہ حج کرنا لازم ہے اور جب وہ دوبارہ حج کرنے آئے گا تو فدیہ میں جانور بھی ذبح کرے گا۔[79]

مزدلفہ میں رات گزارنا:

جب حاجی اپنا سب سے اہم رکن وقوف عرفہ مکمل کر لے تو غروب شمس کے بعد میدان عرفات سے نماز مغرب پڑھے بغیر مزدلفہ کی جانب روانہ ہو جائے گا اور مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء اکٹھی ادا کرے گا۔ اور اگر غروب شفق سے پہلے پہنچ گیا تو امام کے پہنچنے کا انتظار کرے گا، اور اگر امام کے بعد پہنچتا ہے تو دونوں نمازوں کو اپنے وقت میں ادا کرے گا۔ جمہور علماء کے نزدیک مزدلفہ میں رات گزارنا حج کا رکن نہیں ہے لیکن اس بات پر اختلاف موجود ہے کہ جو شخص مزدلفہ میں رات نہیں گزارتا اس کا کیا حکم ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے تو مزدلفہ میں رات گزاری تھی جیسا کہ جابرؓ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ جب مزدلفہ پہنچ گئے تو وہاں مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی اور پھر آپ ﷺ وہیں لیٹے رہے اور نماز فجر پڑھ کر وہاں سے اگلا سفر شروع کیا۔[80] امام مالکؒ کا قول ہے کہ جو حاجی مزدلفہ میں رات نہیں گزارتا اس پر دم واجب ہے۔ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر تو وہ شخص آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے نکلا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں اور اگر آدھی سے پہلے نکل گیا اور واپس نہیں گیا تو تب اس پر دم واجب آئے گا۔ اور بعض علماء کے نزدیک تو مزدلفہ فرض ہے اگر کوئی شخص مزدلفہ میں وقوف نہیں کرتا تو اس کا حج نہیں ہو گا اور اس کا حج کا احرام عمرہ میں بدل جائے گا جیسا کہ عکرمہ، الشعبی، النخعی اور حسن بصری کا قول ہے اور ابن قیمؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ امام قرطبی کہتے

[76] Al-Nasā'ī, Abū 'Abd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shu'ayb ibn 'Alī ibn Sinān ibn Baḥr ibn Dīnar al-Khurasānī, Al-Sunan, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,2003), Hadith No:3016

[77] Abū Dāwūd, Al-Sunan, Hadith No: 1950

[78] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi 'al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:2950

[79] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:416

[80] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi 'al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:2950

ہیں کہ صحیح قول یہی ہے کہ مزدلفہ میں وقوف کرنا سنت موکدہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:الْحَجُّ عَرَفَةُ، فَمَنْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ ".[81](حج وقوف عرفہ کا نام ہے۔جو شخص مزدلفہ میں گزاری جانے والی رات کی صبح طلوع ہونے سے پہلے عرفات (سے ہو کر مزدلفہ) آ جائے اس کا حج پورا ہو گیا۔)تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ میں نماز فجر کے وقت یہ فرمایا تھا کہ:مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هَذِهِ-[82](جو ہمارے ساتھ اس نماز کو پالے اور اس سے پہلے رات یادن کو عرفات میں ٹھہر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا۔)اور یہ اس صحابی کے سوال کا جواب تھا جس نے کہا تھا کہ میں طی کے پہاڑوں سے آرہا ہوں، میں نے اپنی اونٹنی کو تھکا مارا ہے اور خود کو بھی تھکا دیا ہے اللہ کی قسم راستے میں کوئی ایسا ٹیلہ نہیں آیا جس میں میں نہ ٹھہرا ہوں ،تو میرا حج درست ہے یا نہیں ؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جو ہمارے ساتھ اس نماز کو پالے اور اس سے پہلے رات یادن کو عرفات میں ٹھہر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا۔[83]جو شخص مزدلفہ میں پہنچتا ہی فجر کے وقت ہے اور اس نے وقوف عرفہ بھی کر لیا تھا تو اس کا حج صحیح ہو گا اگرچہ ہی اس نے مزدلفہ میں رات کو قیام نہیں کیا تھا،اور اسی طرح اگر کوئی شخص رات کو قیام کرتا ہے لیکن صبح کی نماز میں سویا رہ جاتا ہے تو پھر بھی اس کا حج صحیح ہو گا حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ: مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هَذِهِ-(جو ہمارے ساتھ اس نماز میں حاضر ہوا)تو اس کا حج پورا ہو گیا۔لہذا ان تمام باتوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ عرفہ میں وقوف کرنا رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا اور اگر مزدلفہ میں وقوف رہ جائے تو حج مکمل ہو جائے گا، لیکن جان بوجھ کر وقوف چھوڑنے سے فدیہ لازم آئے گا۔

جمرات کو کنکریاں مارنا:

۱۰ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گزارنے کے بعد حاجی ۱۰ذی الحجہ کی صبح منیٰ کی طرف روانہ ہو گا،سورج طلوع ہونے کے بعد جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارے گا جیسا کہ نبی ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے یوم النحر کو اپنی سواری پر ہی جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماری تھیں، امام قرطبیؒ فرماتے ہیں اگر تو سواری پر بیٹھ کر کنکریاں مارنا ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو کنکریاں مار لیں۔[84]جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کا وقت عید کے دن طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک ہے۔اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے کنکریاں مارلے تو امام ابو حنیفہ ،مالک اور احمدؒ کے نزدیک جائز ہے لیکن فجر سے پہلے ہی کنکریاں مار لینا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔جمہور علماء کے نزدیک کنکریاں مارنے کے لیے شرط ہے کہ وہ پتھر کی ہی ہوں، مٹی معادن یا گارا وغیرہ کی نہ ہوں کیونکہ نبی ﷺ کے بارے یہی آتا ہے کہ انہوں نے پتھر کی کنکریاں ہی ماری تھیں۔جابرؓ نبی ﷺ کے بارے فرماتے ہیں:(نبی ﷺ نے سات کنکریاں ماری تھیں اور ہر کنکری مارتے وقت تکبیر پڑھی اور چٹکی (دو انگلیوں) سے مارے جانے والی کنکری جتنی کنکریاں ماریں۔)[85]اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ہر جمرہ کو سات کنکریاں ماری جائیں گی اور ہر کنکری کا سائز بھی ایک چٹکی جتنا ہونا چاہیے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا ہے۔دس تاریخ کے علاوہ باقی تمام دنوں میں سب جمرات کو کنکریاں ماری جائیں گی اور سورج ڈھل جانے کے بعد ماری جائیں گی جیسا کہ جابرؓ کی روایت میں آتا ہے کہ:رَمَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَأَمَّا بَعْدُ فَإِذَا زَالَتِ

[81] Al-Nasāʾī, Al-Sunan, Hadith No:3016

[82] Abū Dāwūd, Al-Sunan, Hadith No: 1950

[83] Abū Dāwūd, Al-Sunan, Hadith No: 1950

[84] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:3, P:10

[85] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi 'al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:2950

الشَّمْسُ۔ [86](رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں ماریں جمرہ کو نحر کے دن، پہر دن چڑھے اور بعد کے دنوں میں جب آفتاب ڈھل گیا۔) تمام جمرات کو بالترتیب کنکریاں مارنا واجب ہے، سب سے پہلے جمرہ صغری پھر وسطی اور پھر آخر میں جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماری جائیں گی کیونکہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی یہی ترتیب تھی جیسا کہ امام زہریؒ روایت بیان کرتے ہیں کہ: كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى كَذَلِكَ فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَيَقُولُ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔ [87](رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کی رمی کرتے جو منیٰ کی مسجد کے نزدیک ہے تو سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر «اللہ اکبر» کہتے، پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے پھر جمرہ ثانیہ (وسطی) کے پاس آتے یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ «اللہ اکبر» کہتے، پھر بائیں طرف نالے کے قریب اتر جاتے اور وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے اور یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ «اللہ اکبر» کہتے، اس کے بعد واپس ہو جاتے یہاں آپ دعا کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔) یعنی دس تاریخ کو کنکریاں مارنے کا وقت طلوع شمس سے لیکر غروب آفتاب تک ہے اور باقی دنوں میں زوال کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک ہے۔ اور اگر کوئی شخص غروب آفتاب تک کنکریاں نہیں مارتا تو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وہ رات کو کنکریاں نہیں مارے گا بلکہ دوسرے دن طلوع شمس کے بعد کنکریاں مارے گا، اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو کنکریاں مارنا بھول گیا اور رات کو یاد آیا تو وہ اسی وقت کنکریاں مارلے تو اس پر کوئی دم نہیں، اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر رات کو بھی یاد نہیں رہا تو دوسرے دن کنکریاں بھی مارے گا اور اس پر دم بھی واجب ہو گا۔ امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے چرواہوں اور حاجیوں کو پانی پلانے والوں کے علاوہ جو کوئی بھی جان بوجھ کر غروب آفتاب کے بعد کنکریاں مارتا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔ [88] جب پہلے دن جمرات کو کنکریاں ماردی جائیں تو جو شخص حج تمتع یا حج قران کر رہا ہو تو اس کے ذمہ حج کی قربانی بھی واجب ہے کیونکہ فرمان باری تعالی ہے: فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلْعُمْرَةِ إِلَى ٱلْحَجِّ فَمَا ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ فِى ٱلْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُۥ حَاضِرِى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ۔ [89] (جو کوئی حج (کا زمانہ آنے تک) عمرہ کرنے کا فائدہ اٹھانا چاہے تو پس جو قربانی میسر ہو کر ڈالے، جسے (قربانی کرنے کی) طاقت ہی نہ ہو تو وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات گھر واپس پہنچ کر یہ مکمل دس (روزے ہو گئے) یہ حکم ان کے لیے ہے جو مسجد احرام کے رہائشی نہ ہوں۔) امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں حج تمتع کرنے والا جب حج کے عمرہ کے لیے احرام باندھ لے گا تو اس وقت سے لے کر یوم عرفہ تک جب مرضی تین روزے رکھ لے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حج کا چاند نظر آنے سے لیکر یوم عرفہ تک جب چاہے تین روزے رکھ لے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یوم الترویہ سے ایک دن پہلے اور یوم الترویہ اور یوم عرفہ کے دن روزے رکھے گا۔ اور باقی کے سات روزے واپس اپنے گھر جا کر رکھے گا۔ جب حاجی یوم النحر کو کنکریاں مارلے اور

---

[86] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ‘al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:3141

[87] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1752

[88] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:3, P: 9

[89] Al-Qur'ān 2:196

قربانی کرلے تو اس کے بعد بال کٹوائے گا، بال کٹوانے کے بعد اس پر سے سوائے بیوی سے مباشرت کے تمام پابندیاں ختم ہو جائیں گی جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: اگر کوئی شخص قربانی کرنے سے پہلے ہی بال کٹوالے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے قربانی سے پہلے ہی بال کٹوا لیے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:[90]لیکن اگر کوئی شخص مقررہ وقت سے پہلے ہی بال کٹوائے گا، چاہے وہ سارے بال کٹوائے یا تھوڑے تو اس پر فدیہ لازم ہو گا،(یہ بال چاہے بیماری کی وجہ سے کٹوائے یا کسی اور وجہ سے) جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔[91](جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ روزے کا فدیہ یا خیرات یا قربانی دے۔) لہذا جو شخص بھی بال کٹوائے گا تو وہ تین دن کے روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر ایک بکری ذبح کرے۔ آپ ﷺ کی یہی ترتیب تھی اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ۔[92](تاکہ تم حج کے مناسک سیکھ لو۔)

جمرات کے متعلق مزید مسائل:

11،12،13 تاریخ سے پہلے کنکریاں مارنا جائز نہیں۔ مریض، بوڑھا یا ایسا بیمار جس کے لیے وہاں پہنچنا مشکل ہو وہ اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے۔

بغیر شرعی عذر کے رمی میں وکالت جائز نہیں۔ ایک ایک کنکری ماری جائے گی یک مشت سات کنکریاں مارنا جائز نہیں۔ ایام تشریق میں تمام جمرات کو کنکریاں مارنا، اگر کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہو گا۔(ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک جمرہ کو کنکریاں نہ مارنے سے دم واجب ہو گا اور اگر سب کو کنکریاں ماریں لیکن کم تعداد میں ماریں تو جتنی کنکریاں کم ہوں گی اتنے مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو گا۔ امام ثوری کہتے ہیں اگر ایک دو یا تین کنکریاں کم ماریں تو مسکین کو کھانا کھلائے اور اگر چار کنکریاں چھوڑیں تو دم دے گا۔ اور اللیثؒ کہتے ہیں اگر ایک بھی کنکری چھوڑ دی تو دم واجب ہو گا اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔[93]کنکریاں مزدلفہ سے اٹھانا۔

طواف زیارت:

حج کے ارکان میں سے ایک رکن طواف زیارت بھی ہے(اسی کو طواف افاضہ کہتے ہیں) اور اسی کو طواف حج بھی کہا جاتا ہے، اور یہ طواف کرنا تمام حاجیوں کے لیے فرض ہے چاہے وہ حج تمتع، قران یا حج افراد ہی کیوں نہ کر رہے ہوں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَلْيَطَّوَّفُوا۟ بِٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ ۔[94](اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔) ابن جریرؒ اور ابن منذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ (وَلْيَطَّوَّفُوا۟) سے مراد بیت اللہ کا کی زیارت ہے اور ابن جریرؒ کے الفاظ ہیں کہ اس سے مراد طواف زیارت ہے جو کہ یوم النحر والے دن کیا جاتا ہے۔[95] اور حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے صفیہ بنت حییؓ کے حائضہ ہونے کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں (واپسی سے) روکنے والی ہیں؟(عائشہؓ نے) کہا: میں نے عرض کی: اے اللہ کے

[90] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:83

[91] Al-Qur'ān 2:196

[92] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ʻal-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:1337

[93] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:3, P:7

[94] Al-Qur'ān 22:29

[95] Al-Suyūṭī, Al-Durr Al-Manthur Fi Tafsir Bil-Ma'thur, V:6, P:41

رسول ﷺ! وہ (طواف افاضہ کے لیے) گئی تھیں اور بیت اللہ کا طواف کیا تھا پھر افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہوئی ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو (پھر ہمارے ساتھ ہی) کوچ کریں۔

لہذا طواف زیارت جمرات کو کنکریاں مارنے کے بعد اور بال کٹوانے کے بعد کیا جائے گا، اس کے بغیر حاجی احرام کی قیود سے نہیں نکل سکتا۔ طواف زیارت کے بعد تمام محظورات احرام حلال ہو جائیں گے حتی کہ بیوی سے مباشرت کرنا بھی حلال ہو جائے گا۔[96]

سعی (صفا مروہ):

حج کے ارکان میں سے ایک رکن سعی (صفا مروہ) کرنا ہے، ارشاد باری تعالی ہے، فرمایا: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ ۔[97] (صفا مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں اس لیے بیت اللہ کا حج و عمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔) اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ انصار کے لوگ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا کہ صفا مروہ زمانہ جاہلیت کے امور میں سے ہے لہذا اسلام لانے کے بعد ہم اسے نہیں کریں گے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کر دی کہ صفا مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ حج اور عمرہ میں سعی کی فرضیت کے بارے حضرت عائشہؓ کی واضح حدیث ہے کہ: ابو معاویہ نے ہشام بن عروہ سے خبر دی کہ انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیرؓ سے عرض کی: میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کرے تو اسے کوئی نقصان نہین (اس کا حج و عمرہ درست ہو گا) انہوں نے پوچھا: وہ کیوں؟ میں نے عرض کی کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: بے شک صفا مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں اس لیے بیت اللہ کا حج و عمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں کوئی گناہ نہیں (پھر کوئی حج کرے یا عمرہ تو اس کو کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کو کا طواف کرے اور جس نے شوق سے کوئی نیکی کی تو اللہ قدر دان ہے سب جانتا ہے)۔ انہوں نے جواب دیا: جو شخص صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتا، اللہ تعالی اس کا حج اور عمرہ مکمل نہیں فرماتا۔ اگر بات اسی طرح ہوتی جس طرح تم کہہ رہے ہو تو (اللہ کا فرمان) یوں ہوتا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو ان دونوں (صفا مروہ) کا طواف نہ کرے۔[98] اور ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ وہاں (حج کے لیے جاتے ہوئے رکے تھے) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔[99] (تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا اور احرام کس چیز کا باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسی چیز کا احرام باندھا ہے جس کا نبی ﷺ نے باندھا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لے پھر احرام کھول ڈال۔ چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی۔) امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ کے نزدیک سعی حج کا رکن ہے اور طواف کے متصل بعد کی جائے گی، انہوں نے اور بیہقی وغیرہ نے حبیبہ بنت ابی بحرانؓ سے روایت بیان کی ہے وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ کو صفا مروہ کے چکر لگاتے ہوئے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ کے آس پاس تھے، صفا مروہ کے چکر لگاتے ہوئے

[96] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:430

[97] Al-Qur'ān 2:158

[98] Al-Suyūṭī, Al-Durr Al-Manthur Fi Tafsir Bil-Ma'thur, V:2, P:386

[99] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1795

آپ ﷺ کا تہبند اچھل رہا تھا یہاں تک کے آپ ﷺ کی پنڈلیوں کو دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے(اسعوا فان اللہ عزوجل کتب علیکم السعی)[100] امام ابو حنیفہ اور شعبی کے نزدیک سعی کرنا واجب نہیں ہے بلکہ حج کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے اگر کوئی شخص حج میں سعی چھوڑ دے تو اس پر صرف دم لازم آئے گا۔امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ نبی ﷺ کے اس فرمان((اسعوا فان اللہ عزوجل کتب علیکم السعی))میں کتب سے مراد فرض ہے جیسے کتب علیکم الصیام میں کتب کا معنی فرض ہے۔اور طبرانی نے ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سے (سعی کے بارے) پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (کتب علیکم السعی) [101] لہذا ان تمام دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلے ارکان کی طرح یہ رکن بھی بہت اہمیت کا حامل ہے ،حاجی جب تک احرام،وقوف عرفہ اور سعی نہیں کرے گا تب تک اس کا حج مکمل نہیں ہو گا اور جب تک طواف زیارت نہیں کرے گا احرام کی پابندیوں سے مکمل طور پر نہیں نکل سکتا۔

ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا:

حجاج کو پانی پلانے (یعنی ان کی خدمت کرنے)اور بوڑھے و خواتین حجاج کا خیال رکھنے والوں کے علاوہ تمام لوگوں پر واجب ہے کہ ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزاریں۔جمہور علماء کے نزدیک منیٰ کے علاوہ مکہ یا اس کے آس پاس کے علاقوں میں ایام تشریق کی راتیں گزارنا جائز نہیں۔امام مالکؒ کہتے ہیں کہ پانی پلانے اور خدمت گزاروں کے علاوہ جو بھی شخص ایام تشریق کی راتوں میں سے ایک بھی رات منیٰ میں نہیں گزارتا تو اس پر دم واجب ہے۔اور امام مالکؒ نے اپنی موطا میں حضرت عمرؓ کے بارے سے روایت کیا ہے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ:(کوئی بھی حاجی جمرہ عقبہ کے پیچھے رات نہ گزارے۔)[102] یعنی جمرہ عقبہ تک منیٰ کی حد ہے،تو جو بھی حاجی ہو گا وہ جمرہ عقبہ والے مقام سے اندر اندر رات گزارے گا تو ہی(مبیت فی المنیٰ)کا مصداق ٹھہرے گا۔ایام تشریق کی تمام راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہے ،صرف سقایۃ الحاج کو اجازت ہے کہ وہ منیٰ سے باہر رہ سکتے ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ نے نبی ﷺ سے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں) کو پانی پلانے کے لیے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔[103] حاجی منیٰ میں تین دن گزارے گا، لیکن اگر کسی کو جلدی ہو تو وہ دو دن کے بعد بھی جا سکتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ۔[104] (پھر جس نے دو دن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں،اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔)اور حدیث میں ہے کہ:عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيلِيِّ، قَالَ:" أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِعَرَفَةَ، فَجَاءَ نَاسٌ أَوْ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ، فَأَمَرُوا رَجُلًا فَنَادَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَنَادَى: الْحَجُّ، الْحَجُّ يَوْمُ عَرَفَةَ، مَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَتَمَّ حَجُّهُ أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ فَجَعَلَ يُنَادِي بِذَلِكَ". قَالَ أَبُو دَاوُد: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مِهْرَانُ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ:" الْحَجُّ الْحَجُّ مَرَّتَيْنِ"، وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ:" الْحَجُّ مَرَّةً۔[105] (عبد الرحمٰن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم

[100] Al-Suyūṭī, Al-Durr Al-Manthur Fi Tafsir Bil-Ma'thur, V:2, P:383

[101] Al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al- Qur'ān, V:2, P:183

[102] Imam Malik ibn Anas, Muwatta Imam Malik, (Damascus: Musa al-Rasalat), Hadith No:949

[103] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:1745

[104] Al-Qur'ān 2:203

[105] Abū Dāwūd, Al-Sunan, Hadith No: 1950

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ عرفات میں تھے، اتنے میں نجد والوں میں سے کچھ لوگ آئے، ان لوگوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے آواز دی: اللہ کے رسول! حج کیوں کر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے پکار کر کہا: "حج عرفات میں وقوف ہے جو شخص مزدلفہ کی رات کو فجر سے پہلے (عرفات میں) آ جائے تو اس کا حج پورا ہو گیا، منیٰ کے دن تین ہیں (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ)، جو شخص دو ہی دن کے بعد چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تیسرے دن بھی رکا رہے اس پر کوئی گناہ نہیں"، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیچھے بٹھا لیا وہ یہی پکارتا جاتا تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اور اسی طرح مہران نے سفیان سے (الحج الحج) دو بار نقل کیا ہے اور یحییٰ بن سعید قطان نے سفیان سے (الحج) ایک ہی بار نقل کیا ہے۔) حج کرنے والے شخص پر یہ بھی واجب ہے کہ جب وہ حج کے تمام امور سرانجام دے لے تو مکہ شہر سے نکلنے سے پہلے آخری کام طواف کرے اور پھر مکہ سے نکلے جیسا کہ نبی ﷺ کا حکم ہے کہ: "لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ۔"[106] (کوئی بھی شخص ہرگز (مکہ سے) روانہ نہ ہو یہاں تک کے اس کی آخری حاضری (بطور طواف) بیت اللہ ہو۔)

ممنوعات احرام:

جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا ارادہ کرتا ہے اور احرام باندھ لیتا ہے تو اس پر کچھ حلال چیزوں کی بھی پابندی لگ جاتی ہے، یعنی بعض چیزیں یا اعمال جو عام حالات میں انسان کے لیے جائز ہوتے ہیں احرام باندھنے کی وجہ سے ان کے استعمال سے ایک محدود مدت تک روک دیا جاتا ہے۔ ذیل میں

وہ چیزیں یا اعمال ذکر کیے جاتے ہیں جن پر احرام کی وجہ سے پابندی عائد ہو جاتی ہے۔ یہ وہ اعمال ہیں جن میں سے بعض کے کرنے پر فدیہ (دم یا روزہ یا کھانا کھلانا) لازم ہو جاتا ہے اور بعض کے کرنے پر گناہ ہوتا ہے، وہ اعمال یہ ہیں۔

1) سر کو ڈھانپنا۔

2) سلا ہوا کپڑا پہننا۔

3) خوشبو لگانا۔

4) موزے پہننا۔

ان سب اعمال کے منع ہونے کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم قمیص نہ پہنے , نہ عمامہ پہنے , نہ پاجامہ , نہ برنس اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران اور ورس لگا ہو اور نہ موزے پہنے البتہ اگر کسی کو چپل نہ ملیں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ دے (پھر پہنے)۔[107]

جماع تک پہنچانے والی بات چیت اور بوسہ اور لڑائی جھگڑا وغیرہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔[108] (سو جو کوئی ان میں حج کا قصد کرے تو مباشرت جائز نہیں اور نہ گناہ کرنا اور نہ حج میں لڑائی جھگڑا کرنا۔) رفث سے مراد وہ امور ہیں جو مرد اور عورت کے جنسی ملاپ کا باعث بن جائیں

---

[106] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi ‘al-Ṣaḥīḥ, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000), Hadith:3219

[107] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:5806

۔ابن عباس،ابن جبیر، قتادہ، حسن، عکرمہ، زہری، مجاہد اور امام مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ رفث سے مراد جماع کرنا ہے،اور اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے وقوف عرفہ سے پہلے جماع کر لیا اس کا حج فاسد ہو جائے گا،ایسے شخص پر دم بھی واجب ہو گا اور آئندہ سال دوبارہ حج بھی لازم ہو گا۔[109] اور فسق سے مراد حالت احرام میں ہر طرح کی نافرمانی ہے جیسا کہ شکار کرنا، ناخن کاٹنا، وغیرہ وغیرہ ۔اور اسی طرح جو بھی ممنوعات احرام میں سے ہے اس کا ارتکاب کرنا فسق میں شمار ہو گا۔اور یہ قول ابن عباس، عطا، حسن، اور ابن عمرؓ وغیرہ کا بھی ہے۔ابن زید اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ فسق سے مراد بتوں کے لیے قربانی کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔[110] (کہہ دو کہ میں اس وحی میں جو مجھے پہنچی ہے کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا جو اسے کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے یا وہ ناجائز ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، پھر جو بھوک سے بے اختیار ہو جائے ایسی حالت میں کہ نہ بغاوت کرنے والا اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔)ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فسق سے مراد گالم گلوچ ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ:سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔[111] (مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی کفر ہے۔)پہلا قول سب سے زیادہ صحیح ہے ،کیونکہ وہ تمام اعمال پر صادر آتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا، اور نہ (ایام حج میں) جماع کیا، اور نہ گناہ کے کام کیے، تو وہ اس طرح واپس آئے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔)[112] اسی لیے حج مبرور وہی ہو گا جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور نہ ہی بعد میں کوئی گناہ ہو۔اور جدال کا مطلب لڑائی جھگڑا کرنا ہے، ابن جریر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ قریش لوگ جب منیٰ میں جمع ہوتے تو ایک دوسرے کہتے کہ یہ ہے ہمارا حج جو تمہارے حج سے بہتر ہے۔ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ وہ مختلف مواقف پر کھڑے ہوتے اور ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے اور دعوی کرتے کہ جس موقف پہ وہ کھڑے ہیں وہی ابراہیم علیہ السلام کا موقف ہے تو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے ان کو مناسک حج سکھا کر اس جھگڑے کو ہی ختم کر دیا۔[113] فسق اور جدال پر کوئی فدیہ نہیں ہے ایسا شخص گنہگار ہو گا لہذا اس کو توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔

[108] Al-Qur’ān 2:197

[109] Al-Suyūṭī, Al-Durr Al-Manthur Fi Tafsir Bil-Ma’thur, V:2, P:386

[110] Al-Qur’ān 6:145

[111] Bukari, Muhammad Bin Ismaeil, Al-Jamea Al-Saḥīḥ, (Al-Riaz Al-Saudia: Darussalam,1998AD), Hadith No:48

[112] Ibn e Mājah, Al Sunan, Hadith:2889

[113] Al-Suyūṭī, Al-Durr Al-Manthur Fi Tafsir Bil-Ma’thur, V:2, P:530